1604

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम हफ्त वादी

लेखक सय्यद महफूज़ुल हक इल्मी

प्रकाशन वर्ष 1929

आगत संख्या 1604

1604

١

15243
8620

ہفت وادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اُس خدا کو جس نے ہستی کو نیستی سے ظاہر فرمایا۔
اور انسان کی لوحِ وجود پر قِدَم کے اسرار تحریر فرمائے۔ پھر اِسے وہ
بیان سکھایا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ اور ہر ایک ایمان لانیوالے اور سرِ تسلیم خم
کرنیوالے کے لئے اُسے ایک کھلی کتاب بنا دیا۔ پھر اُسکو اِس
اندھیرے اور پرُ فتن زمانے میں تمام چیزوں کی پیدایش کا شاہد
کرایا۔ اور اُسے قطب بقاد میں ایک مُکرم ہیکل کے اندر نرالے لحن سے
گرمِ گفتار کیا۔ تاکہ سب اپنے لئے آپ اپنے رب کی تجلّی کے مقام
پر یہ شہادت دیں کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس طرح سے سب،
حقائق کی بلند چوٹی پر پہنچ جائیں۔ یہانتک کہ کوئی کسی چیز کو نہ دیکھے
مگر یہ کہ اسمیں خدا کو مشہود دیکھے۔

میرا درود و سلام اُس ذاتِ مقدّس پر جو بحرِ ھُوِیّ کی سب سے
پہلی نہر ہے۔ اور وہ نورانی صبح جو سب سے اوّل اُفقِ احدیت پر نمودار ہوئی۔
اور وہ آفتاب جو آسمانِ ازل پر سب سے مقدّم جلوہ گر ہوا۔ اور وہ

آتش جو چراغ قدم سے وحدت کے طاق میں سب سے اول روشن کیگئی۔
وہ جسکا نام نامی عالم ملکوت میں احمد ہے اور گروہ مقربین میں
محمد اور جبروت مخلصین میں محمود ہے۔ اور اسپر بس نہیں
جس نام سے چاہے اُسے یاد کرو۔ کیونکہ عارفوں کے دلوں میں اسکے
بہت سے پاکیزہ نام مخفی ہیں۔ اسپر اور اسکے آل و اصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ
بیشمار درود و سلام

وبعد ہم نے اس نغمہ کو سنا جو ورقاء عرفان نے تیرے
سدرۂ فواد پر گایا۔ اور اس لحن کو پہچانا جو کبوترِ الیقان نے تیرے
درخت دل کی شاخوں پر ادا کیا۔ گویا ہمنے تیرے پیرہن محبت سے
معطر خوشبوئیں پائیں۔ اور تیرے خط کے ملاحظہ سے تیری پوری ملاقات
کا لطف اٹھایا۔ چونکہ ہم نے تیرے خط کے مضمون سے تیری فنا فی اللہ
اور بقاء باللہ اور دوستانِ خدا و مظاہر اسماء و مطالع صفات الٰہی
سے محبت رکھنے کے اشارات محسوس کیے اسلئے تیرے لئے مراتب جلال
کے قدسی نورانی اشارات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ تجھے بارگاہِ قدس و
قرب و جمال کی طرف جذب کریں اور ایسے مقام تک پہنچادیں کہ تو
حضرت محبوب کے جمال کے سوا ہستی میں کچھ نہ دیکھے۔ اور کل مخلوقات
کو اُس روز کی حالت میں مشاہدہ کرے جبکہ کسی چیز کا کچھ ذکر مذکور نہ تھا۔
یہی وہ مقام ہے جسکے بارے میں بلبلِ احدیت نے ریاض غوثیہ میں
یوں نغمہ سرائی کی ہے۔ کہ "تیرے دل کی لوح پر اتقوا اللہ یعلمکم اللہ

کے باریک اسرار کے نقش نمودار ہو جائینگے۔ اور تیرا طائرِ روح، قدم کے احاطوں کو یاد رکھیگا۔ اور فاسلکی سُبُل ربک ذُللا کی فضاء میں شوق کے پروں سے پرواز کرے گا اور کُلی من کُل الثمرات کے باغوں سے اُنس کے پھلوں کو چُنے گا۔ (انتہیٰ)

پیارے! اپنی جان کی قسم اِس سبزہ زار کے شگوفوں کے پھلوں کا مزہ اگر تو چکھ لے جو عرفان کی زمینوں میں اسوقت پیدا ہوتے جبکہ انوار ذات، اسماء و صفات کے آئینوں میں ہویدا ہوتے تو شوق تیرے ہاتھ سے صبر و استقلال کی عنان چھین لیگا۔ اور تیری روح انوار کی تجلیوں سے جوش و طرب میں جنبش کرے گی اور تجھکو اس وطنِ خاکی سے مرکزِ معانی میں اصلی وطن آلٰہی کی جانب کھینچ لے گی۔ اور اس بلند مقام تک پہنچا دے گی کہ تو ہوا میں ایسا ہی اڑتا پھرے گا جیسا زمین پر چلتا ہے اور پانی پر ایسا ہی رواں قدم ہوگا جیسا زمین پر ہوتا ہے۔

پس مبارک ہو یہ مقام ہمیں اور تمہیں اور اس شخص کو جس نے آسمانِ عرفان تک عروج کیا۔ اور جسکا دل اس نسیم الیقان سے مفتون اور شیدا ہو گیا ہے جو اسکے باطن قلب کے چمن میں پروردگار رحمٰن کے شہر سبا سے آرہی ہے سلام اسپر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

بعد واضح ہو کہ مسکنِ خاکی سے وطن آلٰہی کو سفر کرنیوالے سالکوں کیلئے سات مرتبے مقرر کئے گئے ہیں۔ بعضوں نے انہیں ہفت وادی اور بعضوں نے سات شہر سے تعبیر کیا ہے۔ اور کہا ہے

کہ جبتک سالک اپنے نفس کی ہجر ستکر کے اِن منزلوں کو طے نہ کرے گا قربِ وصال کے دریا پر نہ پہنچے گا۔ اور شرابِ بمیثال نہ چکھے گا۔

پہلی منزل

وادیِ طلب

ہے۔ اور مَرکَب اس وادی کا صبر ہے۔ اس سفر میں مسافر بلا صبر کسی ٹھکانے نہیں لگ سکتا۔ اور اپنے دِلی مقصد و مدعا کو نہیں پا سکتا۔ اسے چاہیے کہ کبھی مایوس نہ ہو۔ اگر لاکھ برس بھی کوشش کرے اور جمالِ محبوب کو نہ دیکھے تب بھی دل شکستہ نہ ہو۔ کیونکہ کعبۂ فِینا کے مسافر لَنَھدِ ینّھم سُبُلنَا کی بشارت سے سرشار ہیں اور کمرِ خدمت کو راہِ طلب میں مضبوط کسے ہوئے ہیں۔ ہر لمحہ وہ مقام غفلت سے عالمِ طلب کی طرف سفر کرتے ہیں۔ کوئی زنجیر انہیں باز نہیں رکھ سکتی۔ اور کوئی نصیحت انہیں روک نہیں سکتی۔ اِن بندوں کیلئے یہ لازمی شرط ہے کہ وہ دل کو جو خزانۂ الٰہی کا سرچشمہ ہے ہر نقش سے پاک کریں۔ اور باپ دادا کی اندھی تقلید سے رخ پھیریں۔ اور دنیا کے سب لوگوں کے ساتھ دوستی و دشمنی کا دروازہ بند کر دیں۔ اس سفر میں طالب ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ تمام موجودات کو طلبِ دوست میں سرگشتہ و حیران پاتا ہے کتنے ہی یعقوب دیکھتا ہے کہ تلاشِ یوسف میں آوارہ ہیں۔ چاہنے والوں کا ایک عالم

دیکھتا ہے جو محبوب کی طلب میں رواں دواں ہیں۔ اور اُسے عاشقوں کا
ایک جہان نظر آتا ہے جو معشوق کی دُھن میں چلے جا رہے ہیں۔ ہر آن وہ
ایک خاص امر مشاہدہ کرتا اور ہر گھڑی ایک نئے راز سے آگاہی پاتا ہے
کیونکہ اسنے دونوں جہان سے دل اٹھا کر کعبۂ جاناں کا احرام باندھا ہے
ہر قدم پر اعانتِ غیبی اسکے شاملِ حال ہوتی ہے اور اسکی طلب کا جوش
ہر دم بڑھتا جاتا ہے۔ طلب کا اندازہ مجنونِ عشق کی حالت سے کرنا چاہیے
کہتے ہیں کہ مجنون ایک دن خاک چھان رہا تھا۔ اور زار زار رو رہا تھا۔
لوگوں نے پوچھا تو کیا کر رہا ہے۔ اسنے کہا لیلیٰ کو ڈھونڈھ رہا ہوں۔ وہ
بولے حیف ہے۔ کہ لیلیٰ روح پاک اور تو اسے خاک میں ڈھونڈھ رہا ہے،
بولا میں ہر جگہ اسکی تلاش میں کوشاں رہتا ہوں کہ شاید وہ کہیں ملجائے۔
بیشک تراب میں ربّ الارباب کو ڈھونڈھنا اگرچہ عاقل کے
نزدیک قبیح ہے۔ مگر یہ کوشش و طلب کے کمال کی دلیل ہے۔ (جو کسی چیز کی
کامل کوشش کیساتھ جستجو کرتا ہے تو اس چیز کو ضرور پالیتا ہے۔ طالب صادق
وصالِ مطلوب کے سوا اور کچھ نہیں ڈھونڈھتا۔ اور عاشق وصالِ محبوب کی
سوا کسی چیز کی تمنا نہیں رکھتا۔ اور ایسی طلب طالب کو جبھی حاصل ہو سکتی ہے
جب وہ اپنی سب چیزوں کو نثار کر دے یعنی جو کچھ دیکھا اور سُنا اور سمجھا
ہے سب کو نفیِ لا سے محو کر دے تا کہ مملکتِ جان میں (جو مدینۂ الّا ہے پہنچ
جائے۔ ہمت درکار ہے کہ ہم اسکی طلب میں جاں فشانی کریں اور کوشش
لازم ہے۔ تاکہ ہم اسکا شہدِ وصال پئیں۔ ہم اگر یہ جام نوش کریں تو عالم کو

فراموش کریں۔ سالک اس سفر میں ہر خاک پر بیٹھتا اور ہر شہر میں سکونت اختیار کرتا ہے۔ ہر ایک چہرہ سے جمالِ دوست کا آرزومند ہوتا اور ہر بستی میں محبوب کی تلاش کرتا ہے۔ ہر محفل میں شامل ہوتا اور ہر سر سے ہمسری کرتا ہے۔ کہ شاید کسی سَر میں محبوب کا کوئی بھید پائے۔ یا کسی صورت میں جمالِ محبوب مشاہدہ کرے۔ اگر پروردگار کی توفیق سے اُس یار کی نشان کا پتہ اسکو اس سفر میں مِلگیا۔ اور بشیرِ احدیت کے ذریعے اسنے یوسفِ گمگشتہ کی خوشبو پالی تو فوراً

وادیٔ عشق

میں قدم رکھ دیتا ہے۔ اور آتشِ عشق سے پگھلنے لگتا ہے۔ اس شہر میں جذب کا آسمان چھاجاتا ہے۔ اور شوق کا آفتاب جہانتاب جلوہ گر ہوتا ہے عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اور جب عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو خرمنِ عقل کو بالکل جلا ڈالتی ہے۔ ایسے وقت میں سالک اپنی ذات سے اور اپنے سوا دوسری چیزوں سے بےخبر رہتا ہے۔ نہ جہل و علم کو جانتا ہے اور نہ شک و یقین کو۔ نہ صبحِ ہدایت کو پہچانتا ہے اور نہ شامِ ضلالت کو۔ کفر و ایمان دونوں سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔ اور زہرِ قاتل اُسے خوشگوار لگتا ہے۔ اسی لئے عطار نے کہا ہے ؎

کفر کافر را و دیں دیندار را ذرّہ دردت دلِ عطار را

اِس وادی کی سواری درد ہے۔ اگر درد نہ ہو تو ہرگز یہ سفر طے نہ ہو۔ عاشق اس رتبہ میں معشوق کے سوا اور کوئی خیال نہیں رکھتا۔ اور بجز محبوب کے اور کوئی پناہ نہیں ڈھونڈھتا۔ ہر آن سینکڑوں جانیں راہِ جاناں میں گنواتا اور ہر قدم پر ہزاروں سر دوست کے قدموں پر نثار کرتا ہے۔

اے برادرِ من! جب تک تو مصرِ عشق میں داخل نہ ہوگا یوسف جمالِ دوست سے واصل نہ ہوگا۔ اور جب تک تو یعقوب کی طرح ظاہری آنکھیں نہ کھوئیگا تیری باطنی آنکھیں نہ کھلینگی۔ جب تک تو آتشِ عشق سے افروختہ نہ ہوگا یارِ شوق سے نہ مل سکیگا۔ عاشق کو کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔ اور کسی دُکھ سے اُسے ضرر نہیں ہوتا۔ آگ میں تو اُسے سرد دیکھیگا اور دریا میں اُسے خشک پائیگا۔ ؎

نشانِ عاشق آن باشد کہ سردش بینی از دوزخ
نشانِ عارف آن باشد کہ خشکش بینی از دریا

عشق ہستی منظور نہیں کرتا اور زندگی نہیں چاہتا۔ موت میں حیات دیکھتا اور ذلت میں عزت کا جویا ہوتا ہے۔ بہت ہوش درکار ہے تاکہ جوشِ عشق کے قابل ہو۔ اور بڑا سر چاہئے تاکہ کمندِ دوست میں گرفتاری میسر آئے۔ مبارک ہے وہ گردن جو اُسکی کمند میں جا پڑے۔ اور خوش نصیب ہے وہ سر جو اسکی راہِ محبت میں زمین پر گرے۔ پس اے عزیز! نفس سے بیگانہ ہو۔ تاکہ تو اس یگانہ کا پتہ پائے۔ اور اس خاکدانِ فانی کو چھوڑ۔ تاکہ تو آشیانِ الٰہی میں جاگزیں ہو۔ نیستی اختیار کر۔ تاکہ آتشِ ہستی کو بھڑکا سکے اور

تو را او عشق میں مقبول ہو سکے۔ ؎

نکند عشق نفس زندہ قبول

نکند باز موش مردہ شکار

عشق ہر آن ایک جہان کو جلاتا ہے۔ اور جس کشور میں اپنا علَم بلند کرتا ہے اُسے ویران کر دیتا ہے۔ اسکی سلطنت میں ہستی کا وجود نہیں اور اسکی بادشاہت میں عقلمندوں کا ٹھکانا نہیں۔ نہنگِ عشق اویب عقل کو نگل جاتا ہے اور لبیبِ دانش کو ہضم کر لیتا ہے۔ سات سمندر پی جاتا ہے تو بھی اسکے دل کی آگ نہیں بجھتی۔ اور ھل من مزید کے نعرے مارتا رہتا ہے۔ اپنی خودی سے بیگانہ بنتا اور دنیا کی سب چیزوں سے علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ ؎

با دو عالَم عشق را بیگانگی

اندر او ہفتاد و صد دیوانگی

لاکھوں مظلوم اسکی کمند میں گرفتار اور لاکھوں عارف اسکے تیر سے خستہ و دلفگار ہیں۔ جسقدر سُرخی تجھے دنیا میں نظر آئے اسی کے قہر کا نشان سمجھ۔ اور جتنی زردی تو رخساروں پر دیکھے سمجھ لے کہ اسی کے زہر کا اثر ہے وہ فنا کے سوا کوئی دوا نہیں دیتا اور بیابانِ عدم کے سوا اور کہیں قدم نہیں جماتا۔ لیکن اسکا زہر عاشق کے ذوق میں شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اور اُسکی فنا طالب کی نگاہ میں ہزاروں زندگی و بقا سے زیادہ محبوب ہے۔ پس لازم ہے کہ نفس شیطانی کے پردے آتشِ عشق سے جلا دیئے جائیں تاکہ سیدِ لولاک کے مرتبوں کو سمجھنے کے لئے روح

لطیف و پاکیزہ ہو جائے ؂

نارِ عشقے برفروز و جملہ ہستیہا بسوز

پس قدم بردار و اندر کوئے عشاقان گذار

اگر عاشق بتائیداتِ ایزدی شاہین عشق کی منقار سے بچکر سلامت نکل گیا تو

مملکتِ معرفت

میں وارد ہوتا ہے۔ شک سے یقین میں آتا اور ہوا و ہوس کی ظلمتِ ضلالت سے نکلکر ہدایت و تقویٰ کی روشنی میں آجاتا ہے۔ اسکی چشمِ بصیرت کھلجاتی ہے اور وہ اپنے حبیب کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوجاتا ہے بحقیقت و نیاز کا دروازہ کھولتا اور مجاز کے دروازوں کو بالکل بند کردیتا ہے۔ اس مرتبہ میں قضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے اور جنگ میں صلح دیکھتا اور فنا میں بقا کا بھید پاتا ہے اور اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں سے عالمِ ایجاد اور الفسِ عباد میں اسرارِ معاد کو دیکھتا ہے۔ اور قلب روحانی کے ذریعہ بے انتہا مظاہرِ الٰہی میں حکمت صمدانی کی سیر کرتا ہے۔ سمندر کو ایک قطرہ تصور کرتا اور قطرہ میں سمندر کے اسرار ملاحظہ کرتا ہے ؂

دلِ ہر ذرّہ کہ بشگافی

آفتابیست درمیان بینی

سالک اس وادی میں بینشِ مطلق کے نتیجے آفرینشِ حق میں فرق و اختلاف کی کوئی بات نہیں دیکھتا۔ اور اسکی زبان پر ہر وقت یہ جاری رہتا ہے ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر هل تری من فطور ٥ (الرحمٰن کی مخلوق میں کوئی نقص نہیں۔ مکرر نگاہ کرو کیا کوئی فطور نظر آتا ہے)۔ وہ ظلم میں عدل دیکھتا اور عدل میں فضل مشاہدہ کرتا جہل میں علوم پوشیدہ دیکھتا اور علوم میں لاکھوں حکمتیں روشن و نمایاں پاتا ہے۔ جسم و خواہش کے قفس کو توڑتا اور اہل بقا سے الفت جوڑتا ہے۔ معنوی (روحانی) زینوں پر چڑھتا اور آسمانِ معانی کی جانب بلند ہوتا ہے۔ سنریهم ایاتنا فی الآفاق و فی انفسهم کی کشتی پر سوار ہوتا ہے حتیٰ یتبین لهم انه الحق کے دریا پر سیر کرتا ہے اگر ظلم دیکھتا ہے تو صبر سے برداشت کر لیتا ہے اور قہر دیکھتا ہے تو مہر و محبت سے پیش آتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک عاشق اپنے معشوق کے فراق میں برسوں جاں بلب رہا اور اسکی جدائی کی آگ میں پگھل رہا تھا۔ غلبہ عشق کے باعث اسکا سینہ صبر سے خالی اور اسکا جسم زندگی سے بیزار تھا۔ فراق کی زیست کو نفاق شمار کرتا تھا۔ دنیا سے نہایت دل سوختہ تھا۔ اکثر دن ایسے گذرے کہ اسے ہجر کے باعث آرام نہ ملا۔ اور کتنی ہی راتیں ایسی گذریں کہ وہ اسکے درد میں آنکھ نہ لگا سکا۔ جسم کمزوری کے باعث آہ کی صورت ہو گیا تھا اور دردِ دل کے سبب واے کی شکل بن گیا تھا۔ شربتِ وصال کا ایک

گھونٹ پر ہزار جان فدا کرتا تھا تو بھی میسر نہ ہوتا تھا۔ طبیب اسکی علاج سے عاجز ہو گئے۔ اور ہمنشینوں نے اسکی صحبت سے دوری اختیار کی۔ بیشک مریض عشق کا علاج طبیب نہیں جانتا۔ ہاں اگر عنایت حبیب اسکی دستگیری کرے۔ الغرض اسکی امید کا درخت آخر کار مایوسی کا پھل لایا اور اسکی آتش تمنا سرد ہو گئی۔ یہانتک کہ وہ ایک رات اپنی جان سے بیزار ہو گھر سے نکلکر بازار کی طرف چلدیا۔ اتفاقاً ایک چوکیدار اسکے پیچھے دوڑا۔ وہ آگے آگے دوڑتا اور چوکیدار اسکے پیچھے پیچھے بھاگتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ بہت سی چوکیدار ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور ہر طرف سے انہوں نے اِس بیقرار کے بھاگنے کا راستہ روک دیا۔ وہ بے چارہ دل سے آہ وزاری کرتا تھا اور ہر طرف بھاگتا پھرتا تھا۔ اور اپنے دِل میں کہتا تھا۔ یہ چوکیدار میری روح قبض کرنے والا عزرائیل ہے جو اس تیزی کے ساتھ میرے درپے ہے یا کوئی شدادِ زمان ہے جو لوگوں کے ستانے پر تُلا ہوا ہے۔ اسی طرح وہ تیرِ عشق کا گھائل پیادہ بھاگتا جا رہا تھا اور دل سے نالہ و فریاد کر رہا تھا کہ اتنے میں وہ ایک باغ کی دیوار تک جا پہنچا۔ اور بہزار دشواری و دقت اسپر چڑھ گیا۔ اگرچہ دیوار نہایت ہی بلند نظر آئی مگر اُسنے جان سے بے پروا ہو کر خود کو باغ کی اندر گرا دیا۔ دفعتہً دیکھا کہ اسکا معشوق ہاتھ میں چراغ لئے اپنی ایک گمشدہ انگشتری ڈھونڈھ رہا ہے۔ اس عاشقِ دلدادہ نے جب معشوقِ دلربا کو دیکھا تو ایک آہ کھینچی اور ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھائے کہ اے خدا اِس چوکیدار کو عزت بخش۔ دولت عطا فرما اور زندہ رکھ کیونکہ یہ چوکیدار جبرئیل تھا جو

اس بیمار کا راہنما بنا۔ یا اسرافیل تھا جو اس ذلیل کے لئے حیات بخشنے والا
ہوا۔'

اور جو کچھ اسنے کہا حقیقتاً درست تھا۔ کیونکہ دیکھا گیا کہ چوکیدار کا یہ
ظلم ناروا کس قدر بیشمار عدل اپنے اندر پوشیدہ رکھتا تھا۔ اور در پردہ
کتنی رحمتیں مستور رکھتا تھا کہ ایک ہی قہر سے صحرائے عشق کے تشنہ لب کو
معشوق کے دریائے وصال پہ پہنچا دیا۔ فراق کی ظلمت کو نور وصال سے
روشن کر دیا۔ ایک دور افتادہ کو بوستانِ قرب میں جگہ دی۔ اور ایک علیل کی
طبیب قلب تک رہبری کی۔ اب اگر وہ عاشق انجام بین ہوتا تو شروع سے
ہی چوکیدار سے محبت کرتا اور اسے دعائیں دیتا۔ اور اس ظلم کو عدل سمجھتا
چونکہ انجام سے غافل تھا اسلئے ابتدا میں شور کرنا شروع کیا۔ اور شکایت
کے لئے زبان کھولی۔ لیکن حدیقۂ عرفان کے سیر کرنیوالے چونکہ انجام کو آغاز
ہی میں دیکھ لیتے ہیں۔ اسلئے جنگ میں صلح اور دشمنی میں دوستی ملاحظہ کرتے
ہیں۔

یہ رتبہ تو اس وادی کے لوگوں کا ہے۔ مگر اس وادی سے اوپر کی
وادیوں والے اول و آخر کو ایک جانتے ہیں۔ بلکہ نہ اول کو دیکھتے ہیں نہ
آخر کو۔ لا اول و لا آخر مشاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ بقا کے شہر والے جو
روضۂ خضرا میں مقیم ہیں لا اول و لا آخر کو بھی نہیں دیکھتے۔ جتنے آغاز و
اول ہیں سب سے الگ اور ہر انجام و آخر سے کنارہ کش ہیں۔ کیونکہ وہ
عوالمِ اسماء کو طے کر چکے ہیں۔ اور عوالمِ صفات سے بجلی کی طرح گذر چکے ہیں

جیساکہ فرمایا ہے کمال التوحید نفی الصفات عنہ (اسکی ذات
سے کُل صفات کو نفی کرنا کمالِ توحید ہے) اور وہ سایۂ ذات ہیں سکون گزیں
ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر خواجہ عبیداللہ (انصاری) قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز
نے اس مقام کے متعلق آیۂ اھدنا الصراط المستقیم کے بیان میں ایک
نکتۂ دقیق و کلمۂ بلیغ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا یعنی
اپنی ذات کی محبت سے مشرف کر تاکہ ہم اپنی خودی اور تیرے ماسوا کے
خیال سے آزاد ہو کر بالکل تیرے شگفتہ و شیدا ہو رہیں۔ تیرے سوا اور کسی کو
نہ جانیں۔ بجز تیرے اور کسی کو نہ دیکھیں اور تیرے ماسوا کسی اور کا تصور
و خیال دل میں نہ رکھیں۔ بلکہ اس مقام سے بھی وہ اوپر جاتے ہیں چنانچہ
فرمایا ہے المحبۃ حجاب بین المحب والمحبوب (محبت محب و
محبوب کے درمیان ایک پردہ ہے) اس سے زیادہ کہنے کی میری طاقت
نہیں۔ اسوقت صبحِ معرفت طلوع ہوئی۔ اور سیر و سلوک کے چراغ گُل ہوگئے

ع وہم موسیٰ با ہمہ نور و ہنر
شد ازان محجوب تو بی پر مپر

اگر تم اہلِ راز و نیاز میں سے ہو تو ہمتِ اولیاء کے پروں سے
پرواز کرو تاکہ اسرارِ دوست دیکھو اور انوارِ محبوب تک پہنچ سکو (ہم سب
خدا کے ہیں اور اسی کی جانب پھر جانیوالے)

سالک وادیِ معرفت کی سیر کے بعد جو تجرید کی آخری منزل ہے

وادیِ توحید

کی پہلی منزل پر پہنچتا ہے۔ تجرید کا پیالہ پیتا اور مظاہرِ تفرید کی سیر
میں مشغول ہوتا ہے۔ اس مقام پہ پردۂ کثرت کو چاک کرتا اور عوالمِ ثنویت
سے پرواز کر جاتا ہے۔ آسمانِ وحدت پہ عروج کرتا ہے۔ گوشِ الٰہی سے
سنتا اور چشمِ ربانی سے صنعِ صمدانی کے اسرار کو دیکھتا ہے۔ خلوتخانۂ دوست
میں قدم رکھتا اور سراپردۂ محبوب کا محرم بنتا ہے۔ جیبِ مطلق سے دستِ حق
باہر نکالتا اور اسرارِ قدرت ظاہر کرتا ہے۔ وصف و اسم و رسم اپنی طرف سے
نہیں سمجھتا بلکہ اپنے وصف کو حق کے وصف میں پاتا اور حق کے نام
کو اپنے نام میں دیکھتا ہے۔ سب آوازوں کو اسی شاہ کی جانب سے
سمجھتا اور کل نغمات کو اسی کی طرف سے سنتا ہے۔ قُل کُلٌّ مِّن عِندِ اللہ
کی کرسی پہ بیٹھتا اور لا حول و لا قوۃ الا باللہ کی بساط پہ آرام گیر ہوتا ہے۔
سب اشیا میں نظرِ توحید سے نگاہ کرتا اور شمسِ الٰہی کی تجلی کی چمک کو
مشرقِ ہویت سے کل ممکنات پہ یکساں پاتا ہے۔ اور انوارِ توحید کو تمام
موجودات پر موجود و عیاں مشاہدہ کرتا ہے۔ آنجناب پر واضح ہو کہ عوالمِ کون
کے کل اختلافات جنکو سالک مراتبِ سلوک کی سیر میں مشاہدہ کرتا ہے وہ
خود سالک ہی کی نظر کے باعث سے ہیں۔ اسجگہ ایک مثال ذکر کیجاتی ہے
تاکہ یہ معنی پوری طرح سمجھ میں آجائیں۔

سورج کو ملاحظہ کریں کہ کُل ممکنات پر ایک ہی طرح کی نورافشانی
کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اور سلطانِ ظہور کے حکم سے تمام اشیاء کو روشنی بخشتا
ہے لیکن یہ آفتاب کی نورافشانی ہر ایک مقام میں اس مقام کی استعداد
کے مطابق ظاہر ہوتی اور فیض بخشی کرتی ہے۔ جیسا کہ آئینہ میں اسکی
گولائی اور ہیئت کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور یہ جلوہ نمائی خود
آئینہ کی لطافت اور صفائی کی وجہ سے ہے بلور میں آگ پیدا کرتی ہے۔ اور
دوسری اشیاء میں بھی اُسی ایک تجلی کا اثر نمایاں ہے۔ نہ کہ خود اس چیز کا قرص
اور اسی اثر کے ذریعے مؤثر (حقیقی) کے حکم سے وہ ہر شئی کی اسکی استعداد
و قابلیت کے مطابق تربیت کرتا ہے جیسا کہ دیکھتے ہی ہو۔ اسی طرح رنگ
بھی جگہ کی حیثیت کے موافق ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً زرد رنگ کے شیشے
میں تجلی زرد دکھائی دیتی ہے۔ اور سفید میں سفید اور سرخ میں سُرخ نظر
آتی ہے پس یہ اختلافات جگہ کے ہیں۔ نہ کہ روشنی کے۔ اور اگر اس جگہ
کے لیے کوئی روکنے والی آڑ مانند چھت یا دیوار کے حائل ہو تو وہ جگہ بالکل
آفتاب کی تجلی سے محروم رہے گی اور آفتاب اس پر نہ چمکیگا۔

یہی بات ہے کہ بعض کمزور نفوس نے اراضی معرفت کو نفس و ہوئی
کی دیوار اور حجابِ غفلت و نابینائی کی آڑ سے ڈھکا ہوا ہے۔ لہذا
آفتاب معانی کی نورافشانی اور محبوب لایزالی کے اسرار سے بے بہرہ
ہو گئے ہیں۔ اور سید المرسلین کے دینِ مبین کے جواہر حکمت سے دور رہ گئے ہیں
اور حرم جمال سے محروم اور کعبۂ جلال سے مہجور ہو گئے ہیں۔ یہ اس

زمانے کے رنگونکی حالت ہے۔ اور اُن کا رتبہ ہے۔ اور اگر کوئی بلبل گُلِ نفس سے اُڑ کر گُلِ قلب کی شاخسار پر جا بیٹھتی ہے اور حجازی نغموں اور عراقی خوش الحان ترانوں میں اسرارِ الٰہی ذکر کرنے لگتی ہے جن کا ہر حرف گُل اجسامِ مُردہ کو نئی اور تازہ زندگی عطا کرتا اور ممکنات کی بوسیدہ ہڈیوں کو روح بخشتا ہے تو ہزاروں حسد کے پنجے اور بُغض کی منقار کو آپ اسپر حملہ کرتے ہوئے اور اسکے ہلاک کرنے میں پوری جد وجہد کے کیساتھ کوشش کرتے ہوئے دیکھینگے۔ بیشک جُعل کو خوشبو نہیں بھاتی۔ اور زکامی شخص کو لطیف و پاکیزہ عطر سے کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی واسطے عوام کی ہدایت کے لئے کہا ہے ؎

دفع کُن از مغز و از بینی زکام
تا کہ ریح اللہ در آید در مشام

الغرض اختلافِ مقام کا حال اس بیان سے واضح و روشن ہوگیا۔ لیکن جبتک سالک کی نظر فقط مقام ہی میں محدود رہتی ہے یعنی جبتک شیشوں کی سیر میں مشغول رہتی ہے تو وہ زرد و سُرخ و سفید دیکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ بندوں کے درمیان جنگ برپا ہے۔ اور محدود النظر اشخاص سے نکلا ہوا تاریک غُبار تمام جہان پر چھا رہا ہے۔ اور بعض لوگ روشنی کی چمک پر نظر رکھتے ہیں۔ اور بعض لوگ شرابِ حمد سے سرشار ہیں اسلیئے وہ بجز آفتاب کے کسی چیز کو نہیں دیکھتے۔

پس ان تین مختلف مقامات کی سیر کے سبب سالکین کی فہم

اور اُن کا بیان مختلف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اختلاف کا اثر عالم میں
نمایاں ہوا اور ہو رہا ہے۔ کیونکہ بعض اشخاص توحید کے رُتبہ پر کھڑے
ہیں اور وہ اسی عالم کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ
عوالمِ تحدید میں قائم ہیں۔ بعض مراتبِ نفس میں۔ اور بعض بالکل ہی
محجوب و محروم ہیں۔

یہی باعث ہے کہ زمانہ کے جاہل لوگ جو جلوہء جمالِ حقیقی
سے بہرہ ور نہیں ہو سکے کچھ خود سرانہ باتیں کہا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک
وقت و زمانہ میں بحرِ توحید کے سیر کرنیوالوں سے ایسے بیجا سلوک
کرتے ہیں جنکے وہ آپ ہی مستحق و سزاوار ہیں۔ ولو یؤاخذ
اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظھرھا من دابۃٍ
ولکن یؤخرھم الیٰ اجلٍ مسمّیٰ۔ (اور اگر خدا لوگوں سے اُن
باتوں کا مواخذہ کرے جو وہ کر رہے ہیں تو زمین پر کوئی چلنے والا
باقی نہ بچے۔ لیکن وہ انکو ایک مقررہ وقت تک مہلت دیتا ہے)

میرے پیارے بھائی! قلبِ لطیف بمنزلہ ایک آئینہ کے ہے۔
اسے محبّت اور بے نیازی کے صیقل کے ذریعہ ماسوی اللہ کی غبار
سے پاک کر دے تاکہ آفتابِ حقیقی اسمیں جلوہ فرمائے اور صبحِ ازلی نمودار ہو
اور لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن
کے معنی روشن و آشکارہ دیکھے۔ اور جان ہتھیلی پر رکھکر ہزار حسرت
کے ساتھ اس نرالے یار پر نثار کر دے۔ اور جب سلطانِ احدیت

کی تجلی کے انوار قلب دل کے عرش پر جلوس فرماتے ہیں تو اُن کا نور کُل اعضا و ارکان میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسوقت اس مشہور حدیث کا راز ظلمانی پردہ سے سر باہر نکالتا ہے۔ (لا یزال العبد یتقرّبُ الیّ بالنوافل حتیٰ احببتہٗ فاذا احببتہٗ کُنت سمعہ الذی یسمع بہٖ الخ) (یعنی بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قُرب حاصل کرتا ہے یہانتک کہ میں اسے پیار کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اُسی پیار کرتا ہوں تو اسکے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے الخ)

کیونکہ صاحب خانہ نے اپنے مکان میں تجلی فرمائی ہے۔ اور اسکے نور سے مکان کے سب ارکان روشن و منور ہو گئے ہیں۔ نور کا فعل واثر نور کے بخشنے والے کی طرف سے ہے۔ یہی بات ہے کہ سب اسی کے وسیلہ حرکت کرتے اور اُسی کے ارادے سے قائم ہیں۔ یہی وہ چشمہ ہے جس کی مقرّبین سیراب ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے عیناً یشرب بھا المقرّبون۔

دیگر یہ کہ آنجناب ان بیانات میں مبادا حلول یا مراتب خلق میں عوالم حق کے تنزّلات کی بو پائیں اور آپکو کچھ اشتباہ ہو۔ کیونکہ وہ حقتعالیٰ اپنی ذات میں صعود و نزول و دخول و خروج سے پاک و مقدس ہے۔ صفات خلق سے ہمیشہ غنی رہا اور رہے گا۔ کسی نے اُسے نہ پہچانا۔ اور کوئی بھی اسکی حقیقت کی جانب راہ نہ پا سکا۔ تمام عرفا اسکی معرفت کے میدان میں سرگرداں ہیں۔ اور کُل اولیا، اسکی ذات کے ادراک میں حیران ہیں۔ وہ ہر مدرک کے ادراک سے منزّہ اور ہر عارف کے عرفان سے برتر ہے۔

السبیل مسدود والطلب مردود دلیلہٗ آیاتہٗ و وجودہٗ اثباتہٗ ۔ راستہ بند ہے ۔ اور طلب پسپا ہے ۔ اسکی آیات اسکی دلیل ہیں اور اسکی ہستی اسکی ذات کا ثبوت ہے ۔

اسی بنا پر عاشقانِ روے جاناں فرماتے ہیں یامَن دَلّ علیٰ ذاتہٖ بذاتہٖ و تنزّہ عن مجانسۃ مخلوقاتہٖ ۔ اے وہ جو کہ بذاتِ خود اپنی ذات کی دلیل اور اپنی مخلوقات کی جنسیت سے پاک و منزّہ ہے ۔ عدمِ صرف کی کیا طاقت کہ میدانِ قدم میں اسپ دوانی کر سکے ۔ اور سایۂ فانی کی کیا ہستی جو خورشیدِ باقی تک پہنچ سکے ۔ حبیبِ لولاک نے ماعرفناک فرمایا ہے اور محبوب او ادنیٰ نے مابلغناک کہا ہے ۔

ہاں ! یہ باتیں جو مراتبِ عرفان میں ذکر ہوتی ہیں ۔ اِن سے مُراد اُس آفتابِ حقیقت کی تجلیات کا عرفان ہے جو آئینوں میں تجلی فرماتا ہے ۔ اور اس نور کی تجلی دلوں میں موجود ہے لیکن نفسانی پردوں کی اوٹ میں چھپی ہے جیسے ایک شمع جو آہنی فانوس کے نیچے بند ہو ۔ جب فانوس اٹھا دی جاتی ہے تو شمع کی روشنی ظاہر ہوتی ہے ۔ اسی طرح آپ بھی جب شبہات کے پردے چہرۂ دل سے اُٹھا کر چاک کر دینگے تو انوارِ احدیت روشن ہونگے ۔

پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ تجلیات کے لیے بھی آمد و رفت نہیں ہے تو پھر اس جوہرِ وجود و سِرِّ مقصود کا تو کیا ہی کہنا ۔

اے برادرِ من ! اِن مراتب میں تقلید سے نہیں بلکہ تحقیق سے سیر کرو ۔ سالک کو دور باش کلمات منع نہیں کر سکتے اور اشارات کا ہجوم

اُسے روک نہیں سکتا ہے

پردہ چہ باشد میانِ عاشق و معشوق
سدِ سکندر نہ مانعست و نہ حائل

(عاشق و معشوق کے درمیان پردہ تو کیا سدِ سکندر بھی ہو تو انکو ایک دوسرے سے نہ روک سکتی ہے اور نہ انکے درمیان حائل ہوسکتی ہے)

اسرار بہت اور اغیار بیشمار ہیں۔ سرِ محبوب کے لئے دفتروں کی دفتر کافی نہیں ہیں۔ اُن کا بیان اِن صفحات و الواح میں پورا نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ وہ ایک حرف سے زائد اور ایک رمز و اشارے سے زیادہ نہیں

العلم نقطۃ کثّرھا الجاھلون (علم ایک نقطہ ہے جسے جاہلوں نے بڑھا دیا ہے) اِسی مقام سے اختلافاتِ عوالم کو بھی ملاحظہ کریں اگرچہ عوالم الٰہی نامتناہی ہیں مگر بعض نے انکے چار مرتبے ذکر کئے ہیں۔

(۱) عالَمِ زمان۔ یہ ایک ایسا عالم ہے جسکی ابتدا و انتہا ہے

(۲) عالَمِ دھر۔ یہ وہ عالَم ہے جسکی ابتدا معلوم اور انتہا نامعلوم ہو۔

(۳) عالَمِ سرمد۔ جسکی ابتدا بالکل نظر نہ آئے مگر انتہا سمجھ میں آئے۔

(۴) عالَمِ ازل جسکی نہ توکوئی ابتدا مشہود ہو اور نہ کوئی انتہا نظر آئے

اگرچہ ان بیانات میں بہت اختلاف ہے جسکی تفصیل یہاں ذکر ہو تو طبیعت اکتا جائے گی۔ مثلاً عالَمِ سرمد کو بعض نے بے ابتدا ذی انتہا کہا ہے۔ اور عالَمِ ازل کو غیب مَنِیع لایدرک ذکر کیا ہے۔ اور بعض نے (ان عوالم کو) لاہوت و جبروت و ملکوت و ناسوت کہا ہے۔ اور

راہِ عشق کے سفر بھی چار شمار کئے ہیں

۱۔ من الخلق الی الحقّ ۔ خلق سے حق کی طرف

۲۔ من الحق الی الخلق ۔ حق سے خلق کی طرف

۳۔ من الخلق الی الخلق ۔ خلق سے خلق کی طرف

۴۔ من الحق الی الحقّ ۔ حق سے حق کی طرف

اسی طرح عرفا و حکمائے قبل کے بیانات بہت سے ہیں جنکو ہم نے یہاں ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ انکے بیانات کا زیادہ ذکر کرنا ہم پسند نہیں کرتے۔ اسواسطے کہ دوسروں کے اقوال کو ذکر کرنا علوم اکتسابی کی دلیل ہے نہ موہبت آلہی کی۔ اسقدر بھی جو بیان ہوا لوگوں کی عادت اور رواج کے لحاظ سے ہے۔ علاوہ ازیں اس رسالہ میں یہ بیانات نہ سمانگی اور انکے اقوال ذکر کرنے کی طرف ہمارا توجہ نہ کرنا غرور کے سبب نہیں بلکہ ظہور حکمت آلہی اور موہبت رازدی، کے تجلی فرمانے کے باعث ہی:

گر خضر در بحر کشتی را شکست

صد درستی در شکست خضر ہست

ورنہ یہ بندہ احبائے آلہی میں سے ہر ایک کے حضور اپنے آپکو معدوم سمجھتا اور مفقود شمار کرتا ہے۔ پھر اولیاء اللہ کے حضور کا تو کیا ہی کہنا،

(فسبحان ربی الاعلیٰ)

نیز ان سب کے علاوہ اسجگہ مراتب سالکین کا ذکر کرنا مقصود ہے نہ کہ اقوال عارفین کا بیان کرنا۔

اگرچہ عالمِ نسبی و اضافی کی ابتدا و انتہا کے متعلق ایک مختصر سی مثال دی جا چکی ہے تو بھی نئے طور پہ دوسری ایک مثال بیان کی جاتی ہے تاکہ تمام معنی لباسِ مثالی میں ظاہر ہو جائیں۔ مثلاً آنجناب اپنے آپ ہی میں ملاحظہ فرمائیں بہ نسبت اپنے فرزند کے آپ اول ہیں اور بہ نسبت اپنے والد کے آخر ہیں۔ اور اپنے ظاہر سے عوالمِ صنعِ الٰہی میں آپ اسکی ظاہری قدرت کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے باطن میں اسکے باطنی اسرار کا جو آپکے اندر امانتِ الٰہی ہیں۔ پس انہی معنوں کی رو سے جنکا بیان ہوا آپ پر بھی اولیت و آخریت و ظاہریت و باطنیت کا اطلاق درست آتا ہے۔ تاکہ ان چار مرتبوں کے اندر جو آپکو عنایت ہوتے ہیں، آپ چار مراتبِ الٰہی کو ادراک کریں۔ تاکہ بُلبلِ قلب غیب و شہود کے گُلِ وجود کی تمام شاخساروں پہ یہ صدا بلند کرے هو الاول والآخر والظاهر والباطن۔ بیشک وہی اول و آخر و ظاہر و باطن ہے،

اور یہ سب بیانات صرف عوالمِ نسبت کے مراتب میں مذکور ہوتے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ جنہوں نے عالمِ نسبت و تقیید کو ایک ہی قدم میں طے کر لیا ہے اور تجرید کی فرخندہ بساط پہ متمکن ہیں۔ اور عوالمِ اطلاق دوام میں خیمہ بلند کر چکے ہیں وہ ان سب نسبتوں کو ایک ہی شعلہ سے جلا چکے اور ان تمام الفاظ کو ایک ذرا سی نمی سے مٹا چکے ہیں اور روح کے سمندر میں تیرتے اور قدسِ نور کی ہوا میں سیر کرتے ہیں۔ پھر الفاظ کا اس مرتبہ میں وجود ہی کہاں ہے کہ اول و آخر یا

اُنکے سوا کچھ اور نام سے پہچانے جائیں یا بیان کئے جائیں۔ اِس مقام میں اوّل عین آخر اور آخر عین اوّل ہے ؎

آتشی از عشقِ جانان بر فروز
سر بسر فکر و عبارت را بسوز

عشقِ جاناں کی آگ روشن کر اور فکر و عبارت کو سراسر جلا ڈال۔

میرے دوست! اپنے آپ میں ملاحظہ کیجیے۔ اگر آپ باپ نہ بنتے اور بیٹا نہ دیکھتے تو یہ الفاظ بھی نہ سُنے ہوتے۔ پس اب سبکو بھول جاؤ تاکہ مکتبِ توحید میں ادیبِ عشق کے پاس تعلیم پاؤ۔ اور اِنّا کے مقام سے راجعون کی جانب رجوع کرو اور وطنِ مجازی سے اپنے مقام حقیقی تک پہنچ جاؤ۔ اور درختِ دانش کے سایہ میں ساکن ہو۔ اے عزیز! نفس کو فقیر بنا تاکہ غنا کے بلند مقام پر جا پہنچے اور جسم کو ذلیل کر تاکہ چشمۂ عزت سے سیراب ہو۔ اور اُن اشعار کے پورے معنوں کو جو تو نے پوچھے ہیں سمجھ جائے۔

پس واضح ہوا کہ اِن مراتب کا دار مدار سالک کی سیر پر ہے۔ وہ ہر شہر میں ایک خاص عالم دیکھتا اور ہر وادی میں ایک چشمہ پر پہنچتا اور ہر صحرا میں ایک نغمہ سُنتا ہے۔ لیکن بہت سے نئے نرالے روحانی شہناز شہبازِ فضائے معنوی کے دِل میں ہیں۔ اور بہت سی حجازی تُرانے مرغِ عراقی کے سر میں مگر وہ مستور رہے اور مستور ہی رہینگے ؎

گر بگویم عقلہا برہم زند ؎ ور نویسم بس قلمہا بشکند

اِس سفرِ اعلیٰ کے طے کرنیوالے اور انوارِ ہدایت کی رہنمائی سے حق کی متابعت کرنیوالے پر سلام۔

سالک اِس بلند و اعلیٰ سفر کے درجوں کو طے کرنے کے بعد

مدینۂ استغناء

میں وارد ہوتا ہے۔ اِس وادی میں استغنائے الٰہی کی نسیم پاتا ہے جو صحرائے روح سے چلتی ہے اور فقر کے پردوں کو جلاتی ہے۔ اور یوم یغنی اللہ کلاً من سعتہٖ کے معنوں کو کُل چیزوں کی غیب و شہادہ میں اپنی ظاہری و باطنی آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہے۔ رنج سے سرور میں آتا اور غم سے خوشی کی طرف رُخ کرتا ہے قبض و انقباض کو بسط و انبساط سے بدل دیتا ہے۔ اس وادی کے مسافر اگرچہ بظاہر خاک نشین ہیں لیکن باطناً رفرفِ معانی پر جلوہ افروز اور لازوال نعمتہائے معنوی سے مالامال اور لطیف شراہائے روحانی سے سرشار ہیں۔ اِن تینوں وادیوں کی تفصیل سے زبان عاجز اور بیان قاصر ہے۔ قلم اِس میدان میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور روشنائی بجز سیاہی کے کچھ پھل نہیں دیتی۔

اِن مقامات میں بلبلِ قلب کی کچھ اور ہی صدائیں اور کچھ اور ہی اسرار ہیں۔ جن سے دِل پرجوش اور روح پُرشور و خروش ہے۔ یہ

معانی کا معمہ دل سے دل کو بتانا چاہئے اور سینہ بسینہ سپرد کرنا چاہئے

شرح حالِ عاشقاں دل بدل تواند گفت
این نہ شیوۂ قاصد و این نہ حدّ مکتوب است

یہ نہ قاصد کا شیوہ ہے اور نہ خط میں سمانے والی بات ہے۔

واسکتُ عجزاً عن امورٍ کثیرۃٍ
بنطقی لن تحصی و لو قلتُ قلّت

مجبوراً بہت سی باتوں سے خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ بیان میں نہیں سما سکتیں۔ اور جو کچھ بیان کیا جائے کم ہے۔

اے رفیق! جبتک تم اس گلزار باقی تک نہ پہنچو گے اس وادی کی شراب باقی نہیں چکھ سکتے۔ اور جب چکھ لوگے تو غیر حق سے آنکھ بند کر لوگے۔ اور بادۂ استغنا پیوگے۔ اور سب سے ٹوٹ کر اس سے ملجاؤ گے۔ اسکی راہ میں جان پر کھیل جاؤ گے۔ اور روح کو نثار کر دوگے۔ اگرچہ غیر کوئی اس مقام میں نہیں تاکہ تم اس سے آنکھ بند کرو۔ کان اللّٰہ ولم یکن معہٗ من شیٔ (خدا ہی خدا ہے اور کوئی چیز اسکے ساتھ نہیں) کیونکہ سالک اس رتبہ میں جمال دوست کو ہر چیز میں دیکھتا ہے۔ نار میں رخسار یار کا دیدار کرتا اور مجاز میں رمز حقیقت مشاہدہ کرتا ہے۔ صفات سے ہویت کا راز ملاحظہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک آہ سے سب پردوں کو جلا چکا اور ایک نگاہ سے تمام حجابوں کو اٹھا چکا ہے۔ تیز نظر سے نئی کاریگری کی سیر کرتا اور نرم دل سے باریک آثار دریافت کرتا ہے

وجعلنا الیوم بصرک حدیداً اسبات کا گواہ اور ان حالات کے لئے کافی شاہد ہے۔ سالک استغنائے بحت کے درجوں کو طے کرنے کے بعد

وادیِ حیرت

میں داخل ہوتا ہے اور عظمت کے سمندروں میں غوطہ کھاتا ہے ہر لمحہ اسکی حیرت بڑھتی جاتی ہے کبھی ہیکلِ غنا کو عین فقر دیکھتا اور جوہرِ استغنا کو سراسر عجز سمجھتا ہے۔ کبھی جمالِ ذوالجلال میں محو ہوتا اور اپنے وجود تک سے بیزار۔ اس حیرت کی آندھی نے کتنے ہی درختہائے معانی کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا۔ اور کیسے کیسے اشخاص کو بیدم کر دیا۔ کیونکہ یہ وادی سالک کو انقلاب میں ڈالتی ہے۔ مگر واصل کی نظر میں یہ ظہورات نہایت ہی محبوب و مرغوب ہیں۔ وہ ہر لمحہ ایک نیا عالم اور نئی پیدائش مشاہدہ کرتا اور حیرت پر حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ اور سلطانِ احدیت کی نئی صنعتوں میں محو ہو جاتا ہے۔

ہاں اے برادر!! اگر ہر ایک مخلوق میں ہم غور کریں تو لاکھوں حکمتِ بالغہ اسمیں دیکھیں اور لاکھوں نرالے علوم سیکھیں۔ ان مخلوقات میں سے ایک عالمِ خواب ہی۔ ملاحظہ کریں کہ کسقدر اسرار اسمیں ودیعت رکھے گئے ہیں۔ کیا کیا حکمتیں مضمر کیگئی ہیں۔ اور کیسے کیسے عوالم اس میں

پوشیدہ ہیں۔ ملاحظہ کرو کہ تم کسی گھر میں سوتے ہو۔ اُس گھر کے
سب دروازے بند ہوتے ہیں۔ دفعتاً اپنے آپکو ایک دور دراز شہر
میں دیکھتے ہو۔ بغیر پاؤں کی حرکت اور بدن کی مشقت کے اس شہر
میں داخل ہوتے ہو۔ آنکھوں کی زحمت کے بغیر دیکھتے اور کانوں کی
مشقت کے بغیر سنتے ہو۔ بغیر زبان کے بولتے ہو۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جو کچھ تم نے آجکی رات دیکھا ہے دس سال بعد عالم زمان میں ظاہر طور پہ
بعینہٖ وہی دیکھتے ہو جو خواب میں پہلے دیکھا تھا۔

اَب دیکھو کتنی حکمتیں اس خواب میں موجود ہیں جنکی کیفیت
اس وادی کے اہل کے سوا دوسرے نہیں سمجھ سکتے۔ اولاً یہ کہ وہ کیسا
عالم ہے کہ بغیر آنکھ اور کان اور ہاتھ اور زبان کے ان سب کا کام اسمیں
کیا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ جس خواب کی تاثیر تم آج عالم ظہور میں دیکھتے ہو
تم نے اُسی سیر کو دس سال پہلے عالم خواب میں دیکھا تھا۔ اب دونوں عالم
کے باہمی فرق کو اور اُن اسرار کو جو ان میں ودیعت رکھے گئے ہیں غور کر
دیکھو تاکہ تائیدات الٰہی اور مکاشفات سُبحانی سے فائز ہو اور عالم قدس
تک رسائی پاؤ۔ یہ نشانیاں حضرت باریتعالیٰ نے مخلوقات میں اسلئے
رکھ چھوڑی ہیں تاکہ غافل لوگ اسرار معاد کا انکار نہ کر سکیں۔ اور اس امر کو
جسکا انہیں وعدہ دیا گیا ہے ہلکا نہ جانیں۔ مثلاً بعض نے عقل پر بھروسہ
کیا ہے۔ اور جو بات عقل میں نہیں آتی اُس سے انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ
بجز عقل کُلی ربانی کے کمزور عقلیں ان مذکورہ بالا مراتب کو ہرگز نہیں

سمجھ سکتیں ہے عقلِ جزوی کے تواند گشت بر قرآن محیط

عنکبوتی کے تواند کرد سیمرغے شکار

(عقلِ ناقص قرآن کو پورے طور سے کہاں سمجھ سکتی ہے۔ ایک مکڑی کب سیمرغ کا شکار کر سکتی ہے!)

یہ سب عوالم وادیِ حیرت میں پیش آتے ہیں اور دکھائی دیتے ہیں۔ اور سالک ہر آن اُن کی افزونی چاہتا ہے اور تھکتا نہیں۔ اسی بنا پر سیدِ اولین و آخرین نے مراتبِ تفکر اور اظہارِ حیرت کی بابت ربِّ زدنی فیک تحیرا کہا ہے (یعنی ای پروردگار! اپنی ذات میں میری حیرت اور زیادہ کر)

اسی طرح انسان کی پیدائش کی کاملیت پر غور کریں کہ یہ سب عوالم اور یہ سب مراتب اسمیں پیچیدہ اور پوشیدہ ہیں ؎

أتحسب أنك جرم صغير

و فيك انطوى العالم الأكبر

(کیا تو خود کو ایک چھوٹا سا جسم سمجھتا ہے حالانکہ تیرے اندر ایک بڑا عالم مخفی ہے) پس تھوڑی کوشش کی ضرورت ہے کہ ہم رتبۂ حیوانی کو معدوم کر دیں تاکہ معنیِ انسانی ظاہر ہوں۔

اسی طرح لقمان نے جو سرچشمۂ حکمت سے سیراب اور بحرِ رحمت سے شاداب تھا اپنے فرزند ناتان کے لئے مقاماتِ حشر و موت کو ثابت کرتے ہوئے اسی عالمِ خواب کو دلیل ٹھہرایا اور مثال دی ہے۔ ہم اسمقام پر اسکا ذکر

کرتے ہیں تاکہ اس جوانِ میخانۂ توحید اور پیر مراتب تعلیم تجرید کا ذکر اس بندۂ فانی کی طرف سے باقی رہجائے (لقمان نے) فرمایا ای فرزند! اگر تو ایسا پر قادر ہے کہ نہ سوئے تو اسباب پر بھی قادر ہے کہ نہ مرے۔ اور اگر تو دیہ کرسکتا ہے کہ) سونے کے بعد نہ جاگے تو البتہ یہ بھی کرسکتا ہے کہ مرنیکے بعد نہ اٹھایا جائے۔

ای دوست! دِل کو جو اسرارِ باقیہ کا مقام ہے افکارِ فانیہ کا گھر نہ بنا۔ اور عمر گرانمایہ کے سرمایہ کو دنیائے فانی میں مشغول رکھکر ضائع مت کر عالمِ قدسی کو چھوڑ کر مٹی میں دِل نہ لگا۔ اور بساطِ اُنس کا باشندہ ہو کر وطنِ خاکی کا شیدا نہ ہو۔

غرض اِن مراتب کے بیان کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ اور نہ اِس بندے کو اہل زمانہ کے صدمہ سے فرصت ہی ہے

این سخن ناقص بماند و بیقرار
دل ندارم بیدلم معذور دار

قلم نالہ و فریاد کرتا ہے اور سیاہی روتی ہے۔ دل کے دریا میں خون کی موجیں اٹھتی ہیں لن یُصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہمکو صرف وہی پیش آئیگا جو خدا نے ہمارے لئے لکھدیا ہے۔

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ
ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلام

وادیِ حیرت کے مراتب بلند پہ پہنچنے کے بعد سالک

وادیِ فقرِ حقیقی و فنائے اصلی

میں وارد ہوتا ہے۔ اور یہ رتبہ خودی سے فنا اور خدا میں بقا کا ہے۔ اور اپنی ہستی سے تہیدستی اور مقصود کے ذریعہ غِنا کا مقام ہے۔ اور اس مقام میں جو فقر کا ذکر ہوتا ہے اس سے یہ مُراد ہے کہ جو کچھ عالمِ شان میں ہے سالک اُن سب سے فقیر ہوتا ہے اور جو کچھ عالَمِ حق میں ہے اسکے ذریعہ غنی ہوتا ہے۔ کیونکہ عاشقِ صادق و محب موافق جب اپنی محبوب و معشوق کے دیدار سے فائز ہوتا ہے تو جمالِ محبوب کے پرتو اور قلبِ حبیب کی آگ سے ایک شعلہ نکلکر کُل پردوں اور حجابوں کو جلا ڈالتا ہے۔ بلکہ جو کچھ اس عاشق کے پاس ہے یہانتک کہ مغز و پوست بھی جل جاتا ہے۔ اور دوست کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا ہے

چوں تجلّی کرد اوصافِ قدیم
پس بسوزد وصفِ حادث را کلیم

(جب اوصافِ قدیم متجلّی ہوتے ہیں تو حادث کی کملی جل جاتی ہے)

واصل اسمقام میں دنیا کی کُل چیزوں سے پاک ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر واصلین بحرِ وصال کے پاس اس عالَمِ فانی کی اشیاء محدودہ کیا ظاہری اموال کیا ذاتی غور و فکر وغیرہ میں سے کچھ بھی نہ ہو تو کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ

جو کچھ مخلوق کے پاس ہے وہ انہی کی حدود میں محدود ہے۔ اور جو کچھ حق کے
پاس ہے وہ ان سب سے مقدس ہے۔ اس بیان کے سمجھنے کے لیئے بہت
غور کرنا چاہیئے تاکہ نتیجہ و حقیقت واضح و آشکار ہو۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ
مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا (بیشک ابرار جامِ کافوری
پیتے ہیں) اگر لفظ کافور کے معنی سمجھ میں آجائیں تو مقصود حقیقی معلوم ہو جائے
یہ مقام اُس فقر سے نسبت رکھتا ہے جسکی بابت فرمایا ہے "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ"
(یعنی فقر میرا فخر ہے) اور فقر باطنی و ظاہری کے متعلق بہت سے مراتب و
معانی ہیں جن کا ذکر ہم نے اِس مقام کے مناسب نہیں سمجھا۔ لہٰذا کسی دوسرے
وقت کے لیئے چھوڑ دیا۔ اب دیکھئے خدا کیا چاہتا ہے اور قضا کیا حکم جاری
کرتی ہے۔ اس مقام پر کُل شئے کی کثرات سالک کی ہستی میں فنا ہو جاتی
ہیں اور خورشیدِ ذات، بقا کے مشرق سے نقاب اُلٹ کر جلوہ آراء
ہوتا ہے۔ اور كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کے معنی مشہود ہو جاتے ہیں۔
(یعنی کل چیزیں فنیت ہیں بجز وجہ اللہ کے)

اے میرے پیارے! اِن نغماتِ روح کو دل و جان سے سُن اور
آنکھوں کی طرح انکی حفاظت کر۔ کیونکہ معارفِ الٰہی کے ایام ابر نیسانی کی طرح
اراضی قلوبِ انسانی پر ہمیشہ نہیں برستے۔ اگرچہ فیاضِ مطلق، کے فیض میں
تعطیل و تعویق نہیں ہے لیکن ہر دور اور زمانہ کے لیئے خاص رزق مقرر اور
خاص نعمت مقدر ہے۔ اور اسی مقدار و اندازہ پر پہنچائی جاتی ہے۔ وَاِنْ مِّنْ
شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (بیشک ہر چیز کے

خزانے ہمارے پاس ہیں مگر ہم اسکو معین پیمانہ پر نازل فرماتے ہیں)
رحمت جاناں کا ابر گلشن جان کے سوا کہیں نہیں برستا۔ اور بجز موسم بہار
کے یہ کرم نہیں فرماتا۔ دوسری فصلوں کو اس فضل اکبر سے بالکل بہرہ نہیں
اور بنجر زمینوں کو اس بخشش سے حصہ نہیں۔ ای برادر! ہر سمندر میں موتی
نہیں ہوتے اور نہ ہر شاخ پھول لاتی ہے۔ اور نہ ہر بلبل اسپر چہچہاتی ہے
پس جبتک بوستان معنوی کا بلبل گلستان الٰہی کو واپس نہ ہو اور جبتک
صبح معانی کے انوار شمس حقیقی کی طرف رجوع نہ کریں کوشش کرو کہ شاید اس
گلخن فانی میں اس گلشن باقی کی کچھ خوشبو تمہیں آجائے اور اس شہر جاوید کی
باشندوں کے سایہ میں سکونت اختیار کرو۔ اور جب تم اس رتبہ بلند و اعلیٰ
کو پہنچ جاؤ گے اور اس درجہ عظمیٰ سے فائز ہو جاؤ گے تو صرف یار ہی کو
دیکھو گے اور اغیار کو بھول جاؤ گے ۔

یار بے پردہ از در و دیوار
در تجلیست یا اولی الابصار

قطرۂ جان کو چھوڑ کر بحر جانان میں جا پہنچو گے۔ یہی وہ مقصود ہے جو تم
چاہتے تھے۔ انشاءاللہ اسمیں کامیاب ہو گے۔

اس مدینہ میں نور کے پردے بھی چاک اور زائل ہو جاتے ہیں
لا لجمالہ حجاب سوی النور و لا لوجہہ نقاب الا الظہور (یعنی
اسکے جمال کے لئے نور کے سوا کوئی حجاب نہیں۔ اور اسکے وجہ نورانی کیلئے
ظہور کے سوا کوئی نقاب نہیں)

تعجب ہے کہ یار آفتاب کی طرح آشکار ہے۔ اور اغیار زخارف و دینار کی طلب میں گرفتار۔ ہاں! وہ شدتِ ظہور کے باعث پوشیدہ ہو رہا ہے اور کثرتِ بروز کے سبب مخفی ہے ؎

حق عیاں چوں مہر رخشاں آمدہ
حیف کاندر شہر کوراں آمدہ

سالک اس وادی میں مراتبِ وحدتِ وجود و شہود کو طے کرتا ہے اور اس وحدت تک جا پہنچتا ہے جو ان دونوں مقامات سے مقدس ہے۔ صرف حال ہی اسبات کی تہ کو پاتا ہے نہ کہ قیل و قال۔ جسنے اس منزل کی ہے یا اس گلزار کی نسیم پائی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کیا عرض کیا جا رہا ہے۔ سالک کو لازم ہے کہ ان تمام سیر و اسفار میں شریعت سے جو فی الحقیقت سر طریقت اور شجر حقیقت کا ثمر ہے بال بھر بھی انحراف نہ کرے اور تمام مراتب میں احکامِ الٰہی کی فرمانبرداری کے دامن کو مضبوط پکڑے اور مناہی سے باز رہنے کی رسّی کو محکم تھامے تاکہ شریعت کا ساغر پیئے اور اسرار حقیقت سے واقف ہو جائے۔ جو کچھ اس بندہ کے بیانات میں سے سمجھ میں نہ آئے یا تزلزل پیدا کرے تو اسکو دریافت کر لینا چاہیے۔ تاکہ شبہ بالکل نہ رہے اور مقصود طلعتِ محبوب کی طرح مقامِ محمودسے ظاہر ہو جائے۔ اور یہ اسفار جنکی عالم زمان میں کچھ انتہا ظاہر نہیں اگر سالک منقطع کو اعانتِ غیبی پہنچے اور ولی امر مدد فرمائے تو ان سات رتبوں کو وہ سات قدم میں بلکہ سات سانسوں میں بلکہ ایک ہی سانس میں طے کر لے گا۔

جب خدا چاہے اور ارادہ فرمائے۔ وذالک من فضلہ علیٰ من یشآء ہوئے توحید میں اڑنے والے اور بحر توحید میں پہنچنے والے اس رتبہ کو جو مقام بقائے باللہ ہی اس مدینہ میں عرفا کا انتہائی رتبہ اور عشاق کا آخری وطن شمار کرتے ہیں۔ مگر اس دریائے معنی میں فنا ہونیوالے کے نزدیک یہ مقام دل کی پہلی شہر پناہ ہی یعنی مدینۂ قلب میں انسان کی پہلی جای ورود ہے۔ اور قلب کے چار رتبے مقرر ہیں۔ اگر اس بیان کے سننے کے لائق کوئی شخص ملیگا تو ذکر کیا جائیگا۔

چون قلم در وصفِ این حالت رسید
ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید والسلام

اے حبیبِ من! کتنے ہی کلاب اس آہوے صحرائے احدیت کے درپے ہیں اور کئی منقار اس بلبل بستان صمدانی کے تعاقب میں لگی ہیں۔ غراب کین اس طائر ہوائے الٰہی کی گھات میں ہے۔ اور صیادِ حسد اس صید بیابان عشق کے پیچھے لگا ہے۔ اے شیخ! ہمت کو فانوس کا شیشہ بنا تاکہ وہ اس چراغ کو مخالف ہواؤں سے بچائے۔ اگرچہ اس چراغ کے لئے امید ہے کہ یہ فانوس الٰہی میں مشتعل ہوگا اور معنوی شمعدان میں روشن ہوگا۔ کیونکہ جو گردن عشق الٰہی میں بلند ہوتی ہے وہ ضرور تلوار سے دکٹ کر) گر جاتی ہے۔ اور جو سر اسکی محبت میں اٹھتا ہے یقیناً ہوا میں اُڑ جاتا ہے۔ اور جو دل محبوب کی یاد میں لگتا ہے خون ہو جاتا ہے۔ کیا خوب کہا ہے ؎

دعش خالیا فالحب راحتہٗ عناً ٭ فاولہٗ سقمٌ و اٰخرہٗ قتلٗ

رب محبت کی زندگی بسر کر کیونکہ محبت کی راحت رنجِ محض ہے۔ کیونکہ اسکی ابتدا میں بیماری اور درد ہے اور انتہا میں قتل ہوتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

آپنے جو زالے خیال سے اس مشہور پرندے کے معنی جسے فارسی میں کنجشک کہتے ہیں بیان فرمائے ہیں اس سے معلوم و ثابت ہوا گویا آپ اسرار معانی سے واقف ہو گئے ہیں لیکن ہر عالم میں اس عالم کے اقتضاد کے مطابق ایک خاص مقصد مقرر ہے۔ ہاں! سالکین ہر ایک نام سے ایک رمز اور ہر ایک حرف سے ایک راز معلوم کر لیتے ہیں۔ اور یہ حروف ایک مقام پر تقدیس کی طرف اشارہ ہیں

ک۔ کفّ نفسک الخ اپنے نفس کو سب شہوانی خواہشوں سے روک۔ پھر اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہو جا۔ ن نزّہ نفسک الخ یعنی اسکے ماسوا سے اپنے نفس کو پاک کر تاکہ تو اپنی جان اسکی عشق میں فدا کرے ج جانب جناب الحق الخ یعنی اگر خلق کی صفات میں سے کچھ بھی تجھ میں باقی ہے

تو حضوریِ حق کیجانب متوجہ رہ۔ ش رمز اد شکر، یعنی اپنے خدا کا اسکی زمین میں شکر کر تاکہ وہ اپنے آسمان میں ترا شکر کرے۔ اگرچہ آسمانِ عالمِ احدیت میں بعینہٖ اسکی زمین ہے ک سے مراد کفّر عنک الحجبات الخ یعنی حجباتِ محدودہ کو دور کر دے تاکہ ان مقاماتِ قدسیہ کو پہچانے جو ابھی تو نے نہیں پہچانے۔ بیشک اگر تو اس طیرِ فانی کے نغمے سنیگا

تو ضرور ابدی و باقی پیمانوں کی خواہش کرے گا اور

اِن فانی اور زائل پیالوں کو ترک کر دے گا

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المنزول من المنبع العلیٰ

چہار وادی

ھو العزیز المحبوب

ای ضیاء الحق حسام الدین راد ✿ کہ فلک و ارکان چہ تو شاہی نزاد

نہ معلوم آپنے کیوں یکبارگی رشتہ محبت کاٹ ڈالا اور دوستی کا مضبوط عہد توڑ دیا۔ خدانخواستہ ارادت میں کچھ قصور واقع ہوا یا خلوص نیت میں کچھ فتور پیدا ہو گیا کہ میری طرف سے نگاہ ہٹ گئی اور میں فراموش ہو گیا ہے

چہ مخالفت بریدی کہ ملاطفت بریدی ✿ مگر آنکہ ما ضعیفیم و تو احتشام داری

اور یا ایک ہی تیر میں آپ میدانِ کارزار سے ہٹ گئے۔ شاید آپنے یہ نہیں سنا کہ استقامت راستہ کی شطر اور بارگاہ میں پہنچنے کی رہبر ہے۔ (بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے اور وہ اس بات پر قائم ہوگئے اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں) اور دوسری جگہ فرماتا ہی (جیسا تمہیں حکم ہوا استوار رہو) اسلئے وصول الی اللہ کی بساط پر بیٹھنے والوں کیلئے یہی سلوک و رفتار لازم و واجب ہے

من آنچہ شرط بلاغست با تو میگویم ✿ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

اگرچہ جواب خط کو دیکھے بغیر ارادت کا ذکر کرنا عاقلوں کے نزدیک خطا اور بیجا ہے مگر اِس عجیب و غریب محبت نے تمہارے ذکر و قواعد کو منسوخ و معدوم کر دیا ہے؟

قصّہ لیلیٰ مخوان و غصّہ مجنون — عشقِ تو منسوخ کرد ذکرِ اوائل
نامِ تو میرفت عاشقان بشنیدند — ہر دو برقص آمدند سامع و قائل

حکمتِ الٰہیت اور تنبیہ ربانیہ کے متعلق

من بہر ہر ماہ سہ روز اے صنم — بیگمان بایدکہ دیوانہ شوم
ہاں کہ امروز اولِ سہ روزہ است — روز فیروز ست نہ فیروزہ است

میں نے سنا ہے کہ آپ بحث و تدریس کے بجائے ترید و تقلیس کی طرف گئے ہیں۔ اور یا ترقی مدارج کیواسطے سلسلہ ج تشریف لیگئے ہیں۔ اے سیدین! سلوک کے آسمانوں پر چڑھنے والے چار گروہ سے زیادہ نہیں ہیں جنکا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ آپکو معلوم و روشن ہو کہ ہر ایک گروہ کا کیا نشان ہے اور کیا مرتبہ ہے؟

اوّل اگر سالک کعبہ مقصود کے طالب ہیں تو یہ رتبہ نفس سے متعلق ہے مگر یہاں خیالی نفس مراد ہے جو سالک میں اسکی قوائین کیساتھ قائم ہو۔ اور اِس مقام میں نفس محبوب ہے نہ مردود۔ اور مقبول ہے نہ مقہور۔ اگرچہ اِس رتبہ کی ابتدا میں جنگ و جدل درپیش آتی ہے مگر آخر میں جلال کے تخت پر جلوس ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ای خلیلِ وقت ابراہیم ہش — این چہار اطیار رہزن را بکش

تاکہ مرنے کے بعد زندگانی کا راز ظاہر ہو۔ اور یہ ہی نفسِ مرضیہ کا مقام ہے جسکی نسبت فرمایا د میری بندگی کرنیوالوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اِس مقام کی بہت سی اشارتیں اور بیشمار دلالتیں ہیں یہی بات ہی جو فرماتا ہی کہ (عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں کائنات میں ہر طرف اور خود انکے اندر دکھائینگے یہانتک کہ اُنہیں آشکار ہوجائیگا کہ وہی حق ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے نہ نحو کے رسالہ کا۔ چنانچہ فرماتا ہی (اپنی کتاب پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنیکو کافی ہی)۔

حکایت کرتے ہیں کہ ایک عارف الٰہی اور ایک نحوی عالم ہمراہ اور ایکدوسرے کے ہمراز ہوئے۔ یہانتک کہ دونوں دریاے عظمت کے کنارے پہنچے۔ عارف نے بے تامل خدائی توسّل سے دریا کو طے کرنا شروع کیا۔ نحوی بیچارہ نقش بر آب کی طرح محو و حیران کھڑا رہگیا۔ عارف نے آواز دی کہ کیوں رُک گئے؟ کہا بھائی پھر کیا کروں؟ پیر رکھنے کی جگہ نہیں تو سر رکھنا بہتر ہی۔ عارف نے کہا جو کچھ تم نے سیبویہ اور نفطویہ سے حاصل کیا ہے اور ابن حاجب اور ابن مالک کے جو کچھ مطالب یاد کئے ہیں سبکو پھینکدو اور پانی پر سے گذر آؤ۔

محو میباید نہ نحو اینجا بدان گر تو محوی بے خطر در آب ران

اور فرماتا ہے (تم اُن جیسے نہ بنو جو خدا کو بھول گئے بس اپنے آپکو بھی بھلو بیٹھے۔ اور یہی نافرمان ہیں)

اور اگر سالک حجرۂ محمود کے رہنے والے ہیں تو یہ مقام عقل کی طرف رجوع کرتا ہے جسکو پیغمبر کہتے ہیں اور رکن اعظم جانتے ہیں۔ مگر اس عقل سے عقل کلی ربّانی مقصود ہے کہ اس تربیت امکان والوں کے رتبہ میں اسی کی سلطنت ہی۔ ہر ایک ناقص اور بیمعنی عقل مراد نہیں چنانچہ حکیم سنائی فرماتے ہیں

عقل جزدی کے تواند گشت برقرآن محیط　عنکبوتی کے تواند کرد سیمرغے شکار
عقل اگر خواہی کہ ناگہ در عقیلت نفگند　گوش گیرش در دبیرستانِ "الرحمٰن" درآر

اس مقام میں تلاطم و امواج بہت ہیں کبھی سالک کو اوپر چڑھا دیتی ہیں اور کبھی نیچے اُتارتی ہیں یہی تو فرماتے ہیں کہ کبھی تو مجھے بلند عرش کی طرف کھینچ لیتا ہے اور کبھی سراسیمگی کی آگ سے ہلاک کرتا ہے۔ چنانچہ اسمقام میں بہت سے پوشیدہ اسرار سورۂ کہف سے معلوم ہوتے ہیں کہ فرمایا ہے (تم سورج کو دیکھتے ہو کہ انکے غار سے داہیں طرف بچا ہوا رہتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اُن سے بائیں طرف کترا جاتا ہے اور وہ اسمیں سے کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جسکو خدا ہدایت کرے وہی ہدایت والا ہے اور جسکو گمراہ کرے پس تم ہرگز اسکے واسطے کوئی ہدایت کرنیوالا دوست نہ پاؤگے) اگر کوئی شخص اس ایک ہی آیت کے اشارات سے آگاہ ہو جائے تو بس یہ اُسے کافی ہے۔ یہی بات ہے جو اُن لوگوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ (وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید فروخت یاد الٰہی سے غافل نہیں کرتی) یہ مقام میزان اور پورے امتحان کا ہے اور اسمرتبہ میں استفادہ بھی ضروری ہیں چنانچہ اس راہ میں چلنے والوں کی تعلیم کے متعلق فرماتا ہے تقویٰ اختیار کرو خدا خود تمہیں تعلیم دے گا) اور اسی طرح فرمایا ہے (علم ایک روشنی ہے خدا جسکے دل پر چاہتا ہے ڈالتا ہے) پس جگہ کو تیار کر کے نزول عنایتِ الٰہی کے لئے مستعد رہنا چاہیئے تاکہ کفایت کا ساقی رحمت کی شرابِ رحمت کے شیشہ سے پلائے (بیشک رغبت کرنیوالوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہیئے۔ اور میں اسوقت کہتا ہوں (ہم خدا کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے۔)

اور اگر عاشق لوگ بیعتِ مجذوب کے معتکف ہیں۔ تب اِس سلطنت کے تخت پر طلعتِ عشق کے سوا دوسرا کوئی جلوس نہیں کر سکتا۔ پوری طور سے اس مقام کی تشریح و توصیف نہیں ہو سکتی ؎

باد و عالم عشق را بیگانگی   واندر و ہفتاد و دو دیوانگی
مطربِ عشق این زند وقتِ سماع   بندگی بند و خداوندی صداع

یہ مرتبہ صرف محبت چاہتا ہے اور دوستی کے آبِ زلال کی تلاش کرتا ہے۔ ایسی ہی لوگوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ خدا کے حکم میں چون و چرا نہیں کرتے اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اِس مقام سے نہ عقل کی سلطنت کو مناسبت ہے نہ نفس کی حکومت کو۔ چنانچہ انبیاء اللہ میں سے ایک نبی نے عرض کیا کہ خداوندا تیری طرف کیونکر پہنچا جائے۔ فرمایا اپنے نفس کو پھینک دے اور چلا آ۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جوتیوں کی صف میں بیٹھنے کو اور صدر نشینی کو برابر سمجھتے ہیں۔ اور راہِ محبوب میں ایوان جمال اور میدانِ جدال کو یکساں سمجھتے ہیں۔ اس حجرہ کے گوشہ نشین کچھ مطلب نہیں رکھتے اور گھوڑا اُڑاتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ ذاتِ محبوب کے سوا کچھ نہیں دیکھتے۔ کُل الفاظ کو مہمل جانتے اور تمام مہملات انکے ہاں مستعمل ہیں۔ سر اور پیر میں کچھ پہچان نہیں رکھتے۔ اور نہ ہاتھ اور پاؤں میں کچھ فرق سمجھتے ہیں۔ سُراب کو آب کہتے ہیں اور جانے کو آنا بتاتے ہیں۔ یہی بات ہے جو کہتے ہیں کہ ؎

وصفِ رخِ حسن روئے تو در خانقہ فتاد   صوفی طریق خانۂ خمّار بر گرفت
عشقت بنائے صبر بکلی خراب کرد   جورت درِ امید بیکبار بر گرفت

اِس مقام میں تعلیم و تعلّم بالکل باطل اور بیکار ہو جاتی ہے ؎

عاشقان را شد مدرس حسنِ دوست　دفتر و درس و سبقشان روی اوست
درسِ شان آشوب و شور و ولوله　نے زیادات است و باب و سلسلہ
سلسلۂ این قوم جعدِ مشکبار　مسئلہ دور است اما دورِ یار

خداوند تبارک و تعالیٰ سے مناجات

ای خدای لطفِ تو حاجت روا　با تو یاد ہیچکس نبود روا
ذرۂ علمی کہ در جانِ من است　وارہانش از ہوا و خاک پست
قطرۂ دانش کہ بخشیدی ز پیش　متصل گردان بدریا ہاے خویش

اور اب میں کہتا ہوں خداوند مہیمن و قیوم کی مدد کے بغیر پیچھے ہٹنے اور آگے بڑھنے کی تاب و تواں نہیں۔

اور اگر عارف واصلانِ طلعتِ محبوب سے ہیں تو یہ مقام عرش فواد اور سر رشاد ہے۔ اور یہی اس رمز کا مقام ہے کہ (جو کچھ چاہے کرے اور جو کچھ چاہے حکم فرمائے) اگر تمام آسمان و زمین کی مخلوقات نفخۂ صور تک اس شریف رمز اور لطیف راز کی تشریح کریں تو اسکا ایک حرف بھی بیان و ادا نہیں کر سکتے۔ یہ مقام قدر اور سر مقدر ہے۔ یہی بات ہے کہ اس مسئلہ کی بابت لوگوں نے سوال کیا تو فرمایا (دریا ناپیداکنار سمندر ہے تم کبھی اسکو طے نہیں کر سکتے) پھر سوال کیا تو فرمایا (ایسی اندھیری رات ہے کہ تم اسمیں چل نہیں سکتے) جو شخص اس رتبہ کا ادراک کرتا ہے ضرور پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور اگر کچھ بھی اسے ظاہر کرے تو ضرور اسکا سر دار پر چڑھیگا۔ مگر باوجود اسکے خدا کی قسم اگر کوئی طالب نظر آتا تو ضرور ذکر کیا جاتا کیونکہ فرماتا ہے

محبت ایسی شرافت ہی جو بزدل ڈرپوک کے سینے میں نہیں ہوتی۔ اور سفید راستے
اور سُرخ رنگ میں ہیں خدا کی طرف چلنے والا اپنے مقام وطن کو اسوقت تک نہیں
پہنچ سکتا جبتک لوگونکی تمام چیزوں سے خالی نہ ہو جائے۔ اور جو خدا سے نہیں
ڈرتا خدا اُسے ہر چیز سے ڈراتا ہے اور جو خدا سے ڈرتا ہی اُس سے ہر چیز ڈرتی ہی

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر است   عشق را خود صد زبان دیگر است

اس مقام پر یہ فرد کیا ہی پُرلطف ہے :-

گر دُرِّ عطا بخشد اینک صدفش دلہا   ور تیر بلا بارد اینک ہدفش جانہا

(یعنی) اگر بخشش کے موتی عطا کرے تو انکے صدف یہ دل ہیں اور اگر بلا کے تیر
آئیں تو اُن کا نشانہ یہ جانیں ہیں) اگر حکم کتاب کے مخالف نہ ہوتا تو میں اپنے قاتل کو
اپنے مال سے حصہ دیکر وارث بنا دیتا اور اسکا احسانمند ہو کر اسکے ہاتھوں کو آنکھوں
سے لگاتا مگر کیا کروں کہ نہ تو مال رکھتا ہوں اور نہ سلطانِ قضا نے ایسا حکم جاری
فرمایا (میں اسوقت یوسفِ بہا کی قمیصِ حق سے مشک کی خوشبو پا رہا ہوں
اور میں اسے قریب پاتا ہوں اگرچہ تم اسکو دور سمجھتے ہو)

بوئے جانی سوی جانم میرسد   بوئے یارِ مہربانم میرسد
از برائے حقِ صحبت سالہا   باز گو حالی ازان خوش حالہا
تا زمین و آسمان خندان شود   عقل و روح و دیدہ صد چندان شود

یہ مقام صحو محبت اور محوبات کا ہے اس رتبہ میں نہ محبت کو راہ ہے نہ مودت کا
ٹھکانا۔ چنانچہ فرماتے ہیں (محبت ایک پردہ ہی محب اور محبوب کے درمیان)
محبت بھی اسمقام میں محض حجاب ہو جاتی ہی اور اسکے سوا جو کچھ ہی پردہ بن جاتا ہی

یہی حکیم سنائی کہتے ہیں ؎

سوئے آن دلبر نپوید ہیچ دل با آرزو　　با جہان گل رخ بخشید ہیچ تن با پیرہن

کیونکہ یہ عالم حق ہے خلق کے اشارات سے بالکل منزہ ہے۔ اس مقام کے لوگ بساطِ نشاط پر نہایت خوشی و انبساط کے ساتھ الوہیت کرتے اور ربوبیت فرماتے ہیں۔ اور عدل کے غالیچوں پر متمکن ہوکر حکم چلاتے ہیں اور ہر ایک حقدار کو اسکے قدر و اندازہ کے موافق بخشش فرماتے ہیں۔ اس پیالہ کے مےنوش عزت کی برجوں میں عرشِ قدم پر ساکن اور رفعت کے خیموں میں کرسی عظمت پر جلوس فرما ہیں (الذین لایرون فیہا شمسا ولا زمہریرا) اس رتبہ میں بلند آسمانوں کو پست زمینوں کے ساتھ کچھ تعارض نہیں۔ اور نہ وہ فرق ڈھونڈھتے ہیں۔ کیونکہ یہ مقام الطاف ہی نہ بیانِ اضداد۔ اگر وہ ہر آن نئی شان کیساتھ جلوہ فرماتا ہے مگر ایک ہی شان ہی۔ اسی لئے ایک جگہ فرمایا ہے (ایک شان اسکو دوسری شان سے روک نہیں سکتی) اور دوسرے مقام پر فرمایا (وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہی۔

یہ وہ کھانا ہے جسکا مزہ خراب نہیں ہوتا اور نہ اسکا رنگ بدلتا ہے اگر تھوڑا سا بھی اسمیں سے کھاؤ تو اس آیت کی تلاوت کرو۔ (میں نے اپنا منہ یکسوئی کیساتھ اس ذاتِ پاک کی طرف متوجہ کیا جسنے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی ملکوت دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جاوے)

اسوقت تم اپنا ہاتھ جیب میں ڈالکر قوت کیساتھ نکالو اور تمام عالم کو نورانی دکھا دو۔ یہ میٹھا اور ٹھنڈا پانی ساقی مجبور کے ہاتھ سے کیسا لطیف ہی۔ اور

یہ شراب طہور طلعت مخمور کے ہاتھ سے کیا ہی نفیس ہے۔ اور سُدر کا طعام
کافوری پیالوں میں کیسا مرغوب ہے۔ خوشگوار ہو یہ اس شخص کو جسنے اسمیں سے پیا۔
اور اسکی لذّت کو پہچانا۔ اور اسکی معرفت کے مقام میں پہنچا۔ اس سے آگے بیان
کرنا میری عادت نہیں ہے ع بحر را گنجائش اندر جوئے نیست
کیونکہ اس بیان کا راز عصمت کے خزانوں میں پوشیدہ اور قدرت کے
دفینوں میں مدفون ہے۔ بیان کے جوہر سے منزّہ اور تبیان کے لطائف
سے مقدّس ہے۔ حیرت اس مقام میں بہت مطلوب اور فقر بحث نہایت محبوب ہے۔
یہی بات ہے جو فرماتے ہیں الفقر فخری اور دوسری جگہ ذکر ہوا ہے کہ قُبّہائے عزّت
کے نیچے خداوند تعالیٰ کا ایک گروہ ہے جنکو اُسنے انکے اجلال کے لئے فقر کی چادر
میں پوشیدہ کر رکھا ہے یہی لوگ ہیں جو اُسی کی آنکھ سے دیکھتے اور اُسی کے
کان سے سنتے ہیں جیسا کہ مشہور حدیث میں مذکور ہے۔ اگرچہ آفاق اور انفس
کی احادیث و آیات اس رتبہ کے بارے میں بہت ہیں۔ مگر یہاں صرف دو حدیثوں
کے بیان پر اکتفا کی جاتی ہے تاکہ مطالعہ کرنے والوں کے لئے نور اور مشتاقوں
کے واسطے سرور ہو۔ پہلی حدیث یہ ہے۔ فرماتا ہے (اے میرے بندے میری
اطاعت کر یہاں تک کہ میں تجھے اپنا مثل کر دوں۔ میں جس چیز کو کہتا ہوں
کہ ہوجا بس وہ ہو جاتی ہے۔ اور تو جس چیز کو کہے گا کہ ہو جا بس وہ ہوجائیگی)
اور دوسری حدیث یہ ہے کہ فرماتا ہے (اے آدم کے فرزند! جبتک تو مجھے
پائے کسی سے دل نہ لگا۔ اور جب تو میرا طالب ہوگا مجھکو احسان کرنے والا
قریب پائیگا) یہ جو کچھ عجیب غریب اشارات اور دلالات بیان ہوئے ہیں

حرفِ واحد اور نقطۂ واحدہ کی طرف راجع ہیں۔ یہ خدا کی سنت ہے اور
ہرگز تم خدا کی سنت میں تبدیل و تحویل نہ پاؤ گے۔

ایک مدت ہوئی جو اس نوشتہ کو میں نے تمہاری یاد کیساتھ شروع
کیا تھا مگر پہلا کاغذ جو اُس وقت دیکھنے میں نہیں آیا تو ابتداء میں کچھ گلہ اور شکایت
ہوئی۔ مگر تازہ خط نے اسکو رفع کردیا۔ اور اس رقعہ کے ارسال کرنے کا موجب
ہوا۔ بندہ کو جو آنجناب سے محبت ہے وہ محتاجِ اظہار نہیں۔ خدا کافی شاہد ہے۔
جناب شیخ محمد سلّمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں صرف ان دو شعروں پر
میں نے اکتفا کیا ہے۔ جن کو پیش کرونگا

من موئے تو جویم کہ از عرش برین است — من روئے تو بینم کہ بہ از باغ جنان است

جب عشق کی امانت میں نے قلم کے سامنے پیش کی تو اُٹھ نہ سکے اٹھانے سے انکار کیا
اور بیہوش ہو گیا۔ پھر جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا کہ پاکی ہے تجھکو۔ میں تیری
جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور میں پہلا بخشش مانگنے والا ہوں۔ اور تعریف
ہر سب جہانوں کے پروردگار خدا کے لیے ہے۔

شرحِ این ہجران و این سوزِ جگر — این زمان بگذار تا وقتِ دگر
خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبران — گفتہ آید در حدیثِ دیگران
فتنہ و آشوب و خونریزی مجو — بیش ازین از شمس تبریزی مگو

سلام ہو تم پر اور اُن لوگوں پر جو تمہارے گرد طواف کرتے اور تمہاری ملاقات
سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ بندہ نے جو کچھ پہلے عرض کیا ہے مکھیاں اسپر
گھر آئیں اور یہ بات سیاہی کی خوبی سے ہوتی ہے۔ اگرچہ شیخ سعدی نے

اس مقام میں ایک فرد ذکر کی ہے

من دگر چیز نخواہم بنویسم کہ مگس
زحمتم میدہد از بسکہ سخن شیرین است

آگے تحریر کرنے سے ہاتھ عاجز ہوگیا۔ وہ التماس کرتا ہے کہ یہی کافی ہے
اسواسطے کہتا ہوں

سُبحان ربّی ربّ العزّۃِ عمّا یصفون



رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۱۲

کوکب ہند دہلی

۲- مارچ سنہ ۱۹۲۹ء

جلد ششم　　شہر العلاء سنہ ۸۵ ب　　نمبر نوزدہم

ناظرین کرام ! کوکب ہند میں حضرت بہاء اللہ کی الواح مبارکہ کا سلسلہ بہت ہی پسند کیا جارہا ہے۔ اسی سلسلہ میں آج **ہفت وادی** و **چہار وادی** دونوں کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ اہل ذوق کیلئے یہ بیش بہا تحفہ ہے جسمیں عرفان کے سمندر موجزن ہیں۔

آئندہ

وہ لوح مبارک جو ابن ذئب کے نام صادر ہوئی جو کتاب شیخ کے نام سے معروف ہے شائع کیجائیگی۔ اسکا اہتمام و انتظام ہو رہا ہے۔ کتاب بڑی بڑی بڑے صفحات پر سو صفحات سے زائد ہوگی۔

الحمد للہ جلد ششم ختم ہوگئی۔ تمام حضرات اپنے اپنے فائل مجلد کرالیں جن صاحبان کو درمیانی پرچوں کی ضرورت ہو فی پرچہ [illegible] کے ٹکٹ بھیجکر منگالیں

سید محفوظ الحق علمی اڈیٹر و پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر کوکب ہند قرولباغ دہلی سے شائع کیا